مقالات

مولانا عبدالرحمٰن عزیز
الہ آبادی[لہ]

مقامِ فاروق رضؓ پر شیعہ سُنّی اتحاد

نام و نسب اور منصب:

نام عمر رضؓ، کنیت ابو حفص، والد کا نام خطاب بن فضیل قریشی اور والدہ کا نام غلتمہ بنت ہشام بن مغیرہ تھا۔ مشہور روایات کے مطابق ہجرتِ نبوی ؐ سے چالیس برس قبل پیدا ہوئے۔ اور بروایت حضرت عمرو بن العاص رضؓ حضرت عمر فاروق کی پیدائش کے وقت غیر معمولی خوشی منائی گئی۔ (تاریخ دمشق لابنِ عساکر)

ہوش سنبھالنے کے بعد والد نے اونٹ چرانے کی خدمت ان کے سپرد کر دی۔ شباب کے آغاز میں شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہوئے۔ مثلاً نسب دانی، سپہ گری، شہ سواری، پہلوانی، فنِ خطابت وغیرہ۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ ''جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں بالتصریح لکھا ہے کہ نسب دانی کا حق حضرت عمر رضؓ کے خاندان میں موروثی چلا آتا تھا۔ حضرت عمر رضؓ اور ان کے باپ، دادا تینوں بہت بڑے نسب دان تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضؓ کے خاندان عدی میں سفارت اور فیصلہ موروثی چلے آتے تھے، جن کو سرانجام دینے کے لیے انساب کا ......

لہ صاحبِ مضمون کا نیا اور مکمل پتہ یہ ہے: مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی ادارہ امر بالمعروف چوک سرور شہید مظفر گڑھ۔

جاننا ضروری تھا۔" (الفاروق ص۱۴ مطبوعہ رنگین پریس دہلی)

"پہلوانی اور کشتی کے فن میں کمال حاصل تھا۔ عکاظ کے دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ شہسواری میں بھی ان کا کمال مسلّم ہے کہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے تھے۔ قوّتِ تقریر میں مہارتِ تامہ حاصل تھی، اس لیے ان کو منصبِ سفارت سے نوازا گیا۔" (ایضاً)

ان جملہ فنون سے فارغ ہوتے ہی تجارت کو ذریعہ معاش گردانا اور یہی شغل ان کی بہت بڑی ترقیوں کا سبب ہوا۔ بغرض تجارت دُور دراز ملکوں میں جاتے اور معزز لوگوں سے ملتے تھے۔ بلند حوصلگی، تجربہ کاری، اور معاملہ دانی جیسے اوصاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں موجود تھے۔ گویا کہ ایک بہت بڑے تاجر، بین الاقوامی شہرت کے مالک، نامی پہلوان، گرامی شہسوار، مشہور سپہ گر، نامور مقرّر، امام النسب، تعلیم یافتہ، شمشیر زن، معاملہ فہم، سفیرِ قریش، شجاع، صاحب مال و املاک، تجربہ کار اور جہاندیدہ تھے۔

ایمانِ عمر رضی اللہ عنہ:

علامہ شبلی نعمانی نے (الفاروق ص۱۵ مطبوعہ دہلی، سیرت النبی ج۱ ص۲۲۶ مطبوعہ لاہور میں) ذکر کیا ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ستائیسواں سال تھا کہ عرب میں آفتاب رسالت طلوع ہوا اور اسلام کی صدا بلند ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھرانے میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی وجہ سے توحید کی آواز پہنچی۔ سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر حضرت سعید رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ

۱؎ علامہ مسعودی نے کتاب مروج الذہب میں لکھا ہے کہ:

"وَلِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ فِي أَسْفَارِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِلَى الشَّامِ وَالْعِرَاقِ مَعَ كَثِيرٍ مِنْ مُلُوكِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ"

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں جو عراق و شام کے سفر کیے اور ان سفروں میں جس طرح وہ عرب و عجم کے بادشاہوں سے ملے اس کے متعلق بہت سے واقعات ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے اخبار الزمان، کتاب الاوسط لعلامہ مسعودی۔

حضرت فاطمہؓ نے اسلام قبول کیا۔ اسی گھرانے کے ایک شخص نعیم بن عبداللہ بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ ابھی تک اسلام سے بیگانہ تھے۔ جب ان کے کانوں تک یہ صدا پہنچی تو بہت برہم ہوئے۔ حتیٰ کہ جو لوگ قبیلہ میں سے ایمان لا چکے تھے ان کے سخت دشمن ہو گئے۔ جس جس پر بس چلتا تھا زدوکوب کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ بے تحاشا مارتے۔ جب تھک جاتے تو کہتے، دم لے لوں پھر ماروں گا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا اور تلوار کمر سے لٹکائے سیدھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف چلے۔ کارکنانِ قضا و قدر نے کہا کہ

ع آمدم آں یارے کہ ما می خواستیم

راستہ میں نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہوئی۔ تیور دیکھ کر نعیم بن عبداللہ بن اسید نے کہا، "عمر کہاں کا ارادہ ہے؟" جواب دیا، "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ کرنے جا رہا ہوں، اس نے قریش کے باشعور لوگوں کو بیوقوف

۱ے حضرت عمرؓ کی ایک کنیز تھیں۔ حضرت عمرؓ اس بیکس کو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے، "میں نے تجھ کو رحم کی بنا پر نہیں بلکہ اس وجہ سے چھوڑا ہے کہ تھک گیا ہوں، ذرا دم لے لوں پھر ماروں گا۔" اسی طرح زنیرہؓ کو بے انتہا ستاتے تھے۔ حضرت سعیدؓ بن زید کو حضرت عمرؓ نے ہی رسیوں سے باندھا تھا، جب وہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے (البخاری) لیکن یہ تمام مظالم ایک مومن کے پائے ثبات کو متزلزل نہ کر سکے۔ ایک نصرانی مورخ نے لکھا ہے کہ:

"اگر اس کو عیسائی یاد رکھیں تو اچھا ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مسائل نے وہ نشہ اپنے پیروؤں میں پیدا کیا جس کو حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ جب حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر لے گئے تو ان کے جانثار بھاگ گئے۔ ان کا دینی نشہ جاتا رہا اور وہ اپنے مقتداء کو موت کے پنجے میں گرفتار چھوڑ کر چل دیئے۔ برعکس اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار اپنے پیغمبرؐ کے گرد آئے اور آپؐ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپؐ کو غالب کیا۔" (بحوالہ سیرۃ النبی ص ۲۳۶، ۲۳۷)

گرداناہے اور ہمارے معبودوں کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے ہیں"۔ نعیم نے کہا، "پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو، سعیدؓ اور فاطمہؓ ایمان لا چکے ہیں"۔ حضرت عمرؓ کا غصّہ اور تیز ہو گیا بولے، "نعیم، اگر مجھے یقین ہو جائے کہ تم بھی مسلمان ہو گئے ہو تو تم ہی سے آغاز کروں!" یہ کہہ کر فوراً پلٹے اور فاطمہؓ بنت خطاب اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ وہ قرآن پڑھ رہی تھیں، آہٹ پا کر خاموش ہو گئیں اور قرآنی اجزاء چھپا لیے۔ مگر آواز حضرت عمرؓ کے کانوں میں پڑ چکی تھی حضرت عمرؓ نے اپنی ہمشیرہ سے دریافت کیا کہ "یہ کیا پڑھ رہی تھیں؟" بہن نے کہا، "کچھ بھی نہیں"؛ بولے "میں سُن چکا ہوں، تم دونوں مرتد ہو چکے ہو"۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے دست و گریباں ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ اپنے شوہر کی امداد کے لیے آگے بڑھیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو بھی خوب مارا، یہاں تک کہ ان کا بدن لہو لہان ہو گیا۔ اسی حالت میں ان کی زبان سے نکلا "اے عمرؓ، جو بن آئے کر لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا"۔ ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر گہرا اثر کیا۔ محبت بھری نگاہ سے بہن کو دیکھا۔ خون جاری دیکھ کر اور بھی رقّت پیدا ہو گئی، کہنے لگے "جو کچھ تم پڑھ رہے تھے، مجھے بھی سناؤ"۔ حضرت فاطمہؓ نے اجزاء قرآن لا کر سامنے رکھ دیے۔ اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی "سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"۔[1] ایک ایک لفظ پر حضرت عمرؓ کا دل مرعوب ہوا جاتا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچے "اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"، تو بے اختیار

---

[1] علامہ شبلی نعمانیؒ کے علاوہ بعض مؤرخین اور سیرت نگاروں نے بھی سورۃ الحدید کی ان ابتدائی آیات کا تذکرہ کیا ہے مگر سورۃ الحدید بالاتفاق مفسرین مدنی ہے۔ اور واقعہ ایمان عمرؓ مکہ میں وقوع پذیر ہوا۔ لہٰذا نزولِ سورۃ سے قبل یہ آیات کیسے پڑھی جا سکتی تھیں؟ —— صحیح بات یہ ہے کہ یہ سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات تھیں، جیسا کہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے رحمۃ للعالمینؐ ص۔۔ جلد اوّل پر تذکرہ فرمایا ہے۔ نیز شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نور اللہ مرقدہٗ نے مختصر سیرتِ رسولِ عربیؐ کے ص۱۵۲ پر بھی سورۃ طٰہٰ کا تفصیلاً ذکر فرمایا ہے تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ مختصر سیرت رسولؐ مطبوعہ لاہور مکتبہ سلفیہ ۱۳۹۹ھ ص ۱۰۲، ۱۰۳)

پکار اٹھے " اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ " کلمہ شہادت سنتے ہی جو لوگ مکان میں پوشیدہ تھے باہر آگئے۔ اور جوشِ مسرت میں نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر کہا " اے عمرؓ تمہیں بشارت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شنبہ کو دعا کی تھی:

" اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ " (مشکوٰۃ)

" الٰہی، عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعہ سے اسلام کو غلبہ دے! "

ہم سمجھتے ہیں، وہ دعا آپ کے حق میں تھی۔ لہٰذا ہم سب کی طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے!

مقبول احمد شیعہ رقمطراز ہیں:

شیعہ روایات کے مطابق نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ربّ رحیم سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی منظوری لی اور پسندیدہ دین کا غلبہ اور عزت کا حصول ایمانِ عمرؓ میں دیکھا۔ چنانچہ شیعہ مجتہد مقبول احمد صاحب رقمطراز ہیں:

" رَوٰی الْعَیَاشِیُّ عَنِ الْبَاقِرِ عَلَیْهِ السَّلَامُ ..... اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِیْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ " (ترجمہ قرآن مجید از مقبول احمد شیعہ ص ۱۱۶ تفسیر صافی ص ۳۲)

" عیاشی نے حضرت امام باقرؒ سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی، " الٰہی تو عمر بن خطاب یا ابی جہل بن ہشام کے ذریعہ اسلام کو عزت وغلبہ عطا فرما " (تفصیل کے لیے دیکھیے بحار الانوار کتاب السماء والعالم، مجمع البیان طبرسی)

چنانچہ جب حضرت عمرؓ کے ایمان کا ہمشیرہ اور بہنوئی کو مکمل یقین ہوا تو ساتھ لے کر دارِ ارقمؓ کی طرف روانہ ہوئے جو کوہِ صفا کی تلی میں واقع تھا۔ حضرت عمرؓ نے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی، پوچھا گیا، " کون ہے؟ " جواب ملا، " عمر بن خطاب " صحابہؓ نے دروازہ کھولنے میں تامل کیا۔ حضرت امیر حمزہؓ

نے فرمایا" آنے دو، مخلصانہ آیا ہے تو بہتر۔ بصورتِ دیگر اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔" حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور حضرت عمرؓ کا دامن پکڑ کر فرمایا: "عمرؓ کس ارادہ سے آئے ہو؟" نبوت کی پُر رعب آواز نے حضرت عمرؓ کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کی: "ایمان لانے کی غرض سے آیا ہوں!" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور تمام صحابہؓ نے، جو وہاں موجود تھے، اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔" (مزید تفصیل، انساب الاشراف بلاذری، طبقات ابن سعد، اسد الغابہ، تاریخ ابن عساکر، کامل ابن اثیر، الفاروق علامہ شبلی نعمانیؒ مطبوعہ رنگین پریس دہلی ص۱۶ جلد اوّل میں دیکھیے)

نیا دور:

حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام سے دعوتِ اسلام ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔ گو عرب کے مشہور بہادر حضرت امیر حمزہؓ بھی مشرف باسلام ہو چکے تھے مگر مسلمان اپنے فرائضِ مذہبی علانیہ طور پر ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اسلامِ عمرؓ کے بعد دفعتًا یہ حالت بدل گئی۔ انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا اور کعبۃ اللہ میں جا کر نماز ادا کی۔ ابن ہشام نے بروایت ابن مسعودؓ ذکر کیا ہے کہ:

"فَلَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ قَاتَلَ قُرَيْشًا حَتّٰى صَلّٰى عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ"

کہ "جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو قریش سے لڑے۔ یہانتک کہ کعبہ میں نماز ادا کی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز ادا کی۔"

یہ واقعہ سنِ نبوت کے چھٹے سال میں وقوع پذیر ہوا۔

غزواتِ حیدری:

غزواتِ حیدری میں ہے کہ: "جب دروازہ کھولا تو عمر بصد عذر خواہی خدمتِ رسالت پناہی میں حاضر ہوا۔ حضرت نے بعد از تلقینِ مراتبِ اسلام اسکو مرحبا کہا اور باعزاز پاس اپنے بٹھایا۔ تب حضرت عمرؓ نے عرض کی، یا نبی اللہ

اب ہم کو اجازت دیجیے اور بے تکلف فرمائیے تا کہ حرم محترم میں جا کر آشکارا نماز پڑھیں اور اطاعتِ الٰہی بجماعت بجا لاویں۔ ہر گاہ اصحاب فضیلت انتساب نے جماعت پر اتفاق کیا۔ محبوب ایزد خلاق نے بھی بشادان فرحاں طرف سجدہ گاہ آفاق کے قدم رنجہ فرمایا اور آگے سب کے عمرؓ تیغ بکمر بجماعت وافر اور پیچھے اصحاب بصد کرّ و فر ہنستے اور باتیں کرتے بے خطر داخلِ خانہ داور ہوتے۔ یکبار جدارِ حرم نے بصد افتخار سر اپنا بعرشِ کردگار پہنچایا۔ کفار ناہنجار نے جس وقت یہ حال دیکھا اور جاہ و جلال یاورانِ نیک افعال کا اس مرتبہ مشاہدہ کیا اور اس خود سر نے عمرؓ کے آگے کہا کہ "اے عمرؓ یہ کیا فتنہ دگر ہے اور اس گروہ پر شکوہ میں کیوں تیغ بکمر ہے؟" عمرؓ نے یہ بات سن کر پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا اور بصد طیش کہا "اے نابکار، ہفوت شعار، اگر تم میں سے ایک نے بھی اس وقت اپنی جگہ سے حرکت کی یا کوئی بات بے جا زبان پر آئی۔ بخدا لایزال ایک کا سر بھی بدن پر نہ ہو گا۔" بس دلاورانِ دین اصحاب سید المرسلین مسجد میں آئے اور صفِ اسلام کو بنیتِ اقتداء جما کر برابر کھڑے ہو گئے۔ خطیبِ مسجد اقصیٰ حبیبِ کبریا نے قصدِ امامت کیا اور واسطے نیت نماز کے دست تا بگوش پہنچایا۔

۵ نبی گفت تکبیر چوں در حرم فتادند اصنام بر روئے ہم

اور اہلِ شریر ہر چند دیکھتے تھے لیکن کسی کو مجالِ مقاومت نہ تھی۔"

(غزواتِ حیدری از شیعہ مجتہد ص۴۲ وقائع دوم)

ایمانِ عمرؓ عقل کی کسوٹی پر:

فریقین کی معتبر کتب سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ جملہ صحابہ کرامؓ ترغیب و تبلیغ سے مشرف باسلام ہوتے۔ لیکن حضرت عمرؓ کو ایمان کے صحیح راستہ پر لانے کے لیے خود نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو مجیب الدعوات کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ خدائے ذو المنن نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا (اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّۃً۔" (ابن ماجہ) کو شرفِ قبولیت بخشا۔ حضرت عمرؓ نے بارگاہِ نبوت میں حاضری دی، دولتِ ایمانیہ

سے مالا مال ہوتے اور علانیہ طور پر کعبۃ اللہ میں نماز ادا کی، اگر ایمانِ عمرؓ میں کمی، نفاق، یا طمع نفسانی کے دخول کا تصوّر ذہن میں لایا جائے تو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء، سعی و کوشش اور خدائے ذوالمنن کی عطا و بخشش کے ضیاع اور رائیگاں ہو جانے کا خدشہ ہے۔ پھر طمع نفسانی کا سوال وہاں پیدا ہوتا ہے، جہاں خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کے لیے ہر چیز موجود ہو۔ مگر یہاں؟ ___ منافقانہ ایمان صرف حصولِ مال و زر اور جاہ و حشمت کے لیے ہو سکتا ہے، اگر اس وقت نبی علیہ السلام نہ ملکِ عرب کے بادشاہ تھے، نہ اقتدارِ ملک کی باگ ڈور آپؐ کے ہاتھ میں تھی، نہ افواجِ قاہرہ نہ سامانِ حرب، اس وقت تو خود مسلمان مجبور و مقہور، سر چھپانے کے لیے پہاڑ کی تلی میں واقع دارِ ارقم میں محصور، تمام ملکِ عرب دشمن اور اہلِ عرب خون کے پیاسے، جملہ مسلمانوں کی تعداد بشمول مرد و زن ۳۹ اور عرب کے باشندگان لاتعداد! ___ پھر یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے تجربہ کار انسان صرف حصولِ مال و زر کے لیے ایمان لاتے؟ فافہم وتدبّر!

(جاری ہے)

قارئینِ کرام نوٹ فرمالیں کہ:

بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ شمارہ شعبان المعظم اور رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کا مشترکہ شمارہ ہے۔ چنانچہ اس کی ضخامت بھی ۴۸ صفحات کی بجائے ۹۶ صفحات ہے۔ اسی طرح اس کی قیمت بھی -/۳ روپے کی بجائے -/۶ روپے ہے ___ والسلام!

(مینجر)